Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہل پاکستان کو
یوم آزادی مبارک ہو
جلد 84-49
نمبر 182

213029
CPL
61

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

13-اگست 1999ء
1420ھ
13-ظہور 1378ہش
بروز جمعہ

اہلِ پاکستان کے سامنے ترقی کے غیر محدود ذرائع ہیں

ہمیں اپنے وطن کے لئے جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔

حب الوطنی کے گیت گائیں اور ملک کو نقصان پہنچانے والوں کی راہ میں روک بن جائیں
وطن کی محبت اور خدمت کے متعلق ائمہ جماعت احمدیہ کے زریں ارشادات

جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آ گیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 23مارچ 56ء)

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ مہر لگائی ہے حب الوطن من الایمان (موضوعات کبیر امام ملا علی قاری صفحہ ۴۰ مطبوعہ محمدی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ) یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے' یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے' یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے' یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کی اقتداء اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں۔ حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے کیونکہ یہ ملک دین کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس لحاظ سے یہ واحد ملک ہے اس لئے اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دے" (خطبہ جمعہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے
یونہی قائم رہے دائم رہے آزاد رہے

تیرے دریاؤں کو' کوہساروں کی عظمت کو سلام
تیرے رکھوالوں کو' جانبازوں کی الفت کو سلام
حسنِ اخلاق کو اور عزم و عقیدت کو سلام
منجمد برف کو' نظاروں کو پربت کو سلام

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

مسکراتی سی نکھرتی سی فضاؤں کو سلام
خوشبوؤں جیسی بکھرتی سی ہواؤں کو سلام
سر اٹھائے ہوئے پرچم کی اداؤں کو سلام
سرمئی بادلوں' سورج کو' خلاؤں کو سلام

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

مسکراتا رہے صدیوں یہ مقدس سا وطن
اس میں قائم رہے اک حسنِ تقدس کا چلن
جگمگاتی رہے خوشیوں کی یہ تابندہ کرن
حسنِ اسلام کا گہوارہ' تمدن کا چمن

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

ہر بلا سے رہے محفوظ سدا پھولے پھلے
کسی دشمن کا کبھی اس پہ کوئی بس نہ چلے
کوئی احساس نہ سلگے کسی آنچل کے تلے
ہو چراغاں کا سماں جب بھی یہاں شام ڈھلے

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

دھرتی پھولوں سے بھرے چاند ستاروں سے گگن
دل لبھاتی رہے یوں ہی تیرے سبزہ کی پھبن
جوش ہو' جذب ہو' احساس ہو الفت کی لگن
ہو مسرت کا سماں دل میں نہ باقی ہو چبھن

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

تجھ پہ مر مٹنے کی ہر اک کو ادا یاد رہے
غنچے چٹکیں' کسی لب پر بھی نہ فریاد رہے
ہر بسیرا تیرا شاہینوں سے آباد رہے
رحمتِ حق پہ نظر' اس کی رضا یاد رہے

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

سر بلندی میں تری شان بڑھے ہے یہ دعا
اے خدا دولت و ایمان بڑھے ہے یہ دعا
دل میں اللہ کا برھان بڑھے ہے یہ دعا
دھر میں عظمتِ قرآن بڑھے ہے یہ دعا

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

میرے اللہ کی بڑائی کے بیانوں کی صدا
حسنِ توحید کی عظمت کی اذانوں کی صدا
شش جہت پھیلتی جائے یہ دیوانوں کی صدا
اس کی آواز میں شامل ہو زمانوں کی صدا

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

پاسباں تجھ کو ملیں تجھ کو قدر دان ملیں
مہرِ مادر کی طرح تجھ کو مہربان ملیں
مادرِ گیتی تو آزاد رہے شاد رہے
سر سلامت رہیں دیوانوں کو زندان ملیں

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

موسمِ گل ہو تو دامن کبھی سلتے بھی نہیں
ہم سے دیوانے ہر اک دور کو ملتے بھی نہیں
ہر چمن میں گلِ نرگس کبھی کھلتے بھی نہیں
کس طرح دیکھو گے یہ زخم جو رستے بھی نہیں

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

تیرے دیوانے ترا نام نہ مٹنے دیں گے
ہاتھ کٹ جائیں مگر تجھ کو نہ گرنے دیں گے
تیری عظمت پہ نچھاور ہیں وفاؤں کے چراغ
سبز پرچم کو نہ ہرگز کبھی جھکنے دیں گے

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے

دل کی گہرائی سے نکلی ہے دعا کیجو قبول
ڈوب کر درد میں ابھری ہے صدا کیجو قبول
مجھ کو تیری ہی قسم تو ہے مرا ربِّ جلیل
اپنے بندہ کی دعا بہر دعا کیجو قبول

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے
یونہی قائم رہے دائم رہے آزاد رہے

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

روزنامہ الفضل ربوہ۔ پبلشر آغا سیف اللہ۔ پرنٹر قاضی منیر احمد۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت دار النصر غربی ربوہ۔ قیمت 4 روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد - مورخ احمدیت

تحریک پاکستان کا نہایت اہم سنگِ میل

مُسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شمولیت کا معرکہ

ایک بالغ نظر مبصر کا چشمدید بیان

مطالبۂ پاکستان کا پس منظر

قائداعظم محمد علی جناح (1876ء-1948ء) نے دسمبر 1942ء میں مطالبۂ پاکستان کے پس منظر اور ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"ہندوستان میں جو اختلافات یہاں کی دو بڑی قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہیں۔ وہ ان اختلافات سے ہزار گنا زیادہ ہیں جو یورپ کی مختلف اقوام کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہاں نسل' مذہب' زبان اور تہذیب کے اعتبار سے جتنا تنوع اور اختلاف ہے اتنا دنیا کے کسی حصہ میں بھی نہیں ہے مگر خوش قسمتی سے مسلمانوں کے وطنی علاقے شمال مغرب اور شمال مشرق میں الگ واقع ہوئے ہیں اور ان علاقوں میں مسلمانوں کی ٹھوس اکثریت موجود ہے جو سات کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔

مسلمانوں کی خواہش یہ ہے کہ ان علاقوں کو بقیہ ہندوستان سے الگ کر کے انہیں آزاد اور خودمختار ریاستوں کی حیثیت دے دی جائے۔ مسلمان نہایت غیر مبہم طور پر اس کے خواہاں ہیں کہ اس نیم براعظم میں وہ خود بھی آزاد ہوں' ہندو اور ہندو انڈیا بھی آزاد ہو۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کی تمام چالیں اور تجویزیں اور ان کی پیش کی ہوئی تمام اسکیموں کی بنیاد اس منصوبہ پر ہوتی ہے کہ سارے ہندوستان پر ہندو راج مستولی کر کے دس کروڑ مسلمانوں کو اس کے ماتحت غلام رکھا جائے جس کے معنی یہ ہوئے کہ مسلمان محض برطانیہ کا طوق غلامی اتار کر ہندوؤں کا طوق غلامی پہن لیں۔

خواہ صریح ناواقفیت کی بنا پر ہو یا غیر ممالک کی رائے عامہ کو اپنی موافقت میں گمراہ کرنے کی غرض سے' آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا معاملہ چین' سوویٹ روس بلکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے حالات کے متوازی ہے اور ان ممالک کے باشندوں نے جو تجربات حاصل کئے ہیں ان کی روشنی میں یہاں کے مسائل بھی حل کئے جاسکتے ہیں اگر کوئی ذی فہم انسان اس دعویٰ کا سرسری جائزہ بھی لینے کی زحمت کرے تو وہ یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ہندوستان اور ان کے ممالک کے مسائل کا تقابل صریحاً گمراہ کن ہے۔

ہندوستان ایک قومی اسٹیٹ نہیں ہے' نہ ایک ملک ہے بلکہ ایک نیم براعظم ہے جس میں متعدد قومیتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ہندو اور مسلمانوں کی دو بڑی بڑی قومیں ہیں جن کے تہذیب و تمدن' زبان و ادب' فن تعمیر اسم و اصطلاحات معیار قدر و تناسب' اصول و قوانین' ضوابط اخلاق و معاشرت' رسم و رواج' نظام تقویم' تاریخ و روایات' رجحانات و عزائم' نظریۂ حیات غرض تمام چیزیں ایک دوسرے کے یکسر مخالف و متضاد ہیں۔"

(قائداعظم اور ان کا عہد ص 260-261 از جناب سید رئیس احمد جعفری ناشر مقبول اکیڈیمی لاہور مطبع دوم 1991ء)

2-ستمبر کا منحوس دن

ان تصریحات سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ قافلہ پاکستان آغاز ہی میں بے شمار سنگین مسائل اور کٹھن اور صبر آزما مشکلات میں گھر گیا تھا جن کا استقلال اور پامردی سے قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلمانان ہند نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر 14-اگست 1947ء کو اپنی منزل مقصود کو پالیا۔ اس بے مثال کامیابی تک پہنچنے سے قبل جو خطرناک مراحل آئے ان میں وائسرائے ہند کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت تھی چوہدری سردار محمد خاں عزیز مورخ پاکستان لکھتے ہیں۔

"2-ستمبر 1946ء کو ہندو کانگرس کی غیر آئینی اور غیر نمائندہ حکومت پنڈت نہرو کی سرکردگی میں مرکزی حکومت پر مسلط ہوئی۔ اسلامیان ہند کے نزدیک یہ یوم سیاہ تھا چنانچہ انہوں نے **سیاہ جھنڈیوں** سے اس منحوس دن کا استقبال کیا.... ہزاروں سال کی غلامی میں پلے ہوئے ہندوؤں کو آج استخلاص حاصل ہوا تھا اور ان کا

ہر فرد ہر مسلمان سے انتقام لینے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا"

(حیات قائداعظم ص 651 مولفہ چوہدری سردار محمد خاں عزیز۔ ناشر احسن برادرز طبع دوم مارچ 1962ء)

مصنف "تحریک پاکستان" رقمطراز ہیں۔

"کانگرس نے عبوری حکومت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب مسلم لیگ نے وزارتی مشن کے منصوبے کی منظوری واپس لے لی تو کانگرس کو اقتدار پر بلا شرکت غیرے قبضہ کرنے کا امکان نظر آیا لہٰذا وہ اس میں شرکت پر آمادہ ہو گئے ادھر وزیر ہند نے بھی کانگرس کو ہاتھ سے نہ نکلنے دینے کی ہدایت کی 12-اگست کو وائسرائے نے پنڈت نہرو کو عبوری حکومت تشکیل دینے کی دعوت کا اعلان کر دیا۔ 16-اگست کو پنڈت نہرو نے قائداعظم سے ملاقات کی اور بظاہر ان کو منانے کی کوشش کی 24-اگست کو عبوری حکومت کے وزیروں کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا جن میں تین غیر لیگی مسلمان شامل تھے 16-اگست کو کلکتہ میں زبردست ہندو مسلم فساد ہو گیا تھا فساد زدہ علاقے کے دورے کے بعد وائسرائے کو احساس ہو گیا کہ اس نے صرف کانگرس کو حکومت بنانے کی دعوت دے کر زبردست غلطی کی ہے اس نے پنڈت نہرو اور گاندھی پر مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن بالآخر لندن سے ہدایت موصول ہو جانے کے بعد 2-دسمبر کو عبوری حکومت کی تشکیل کر دی جس میں پنڈت نہرو کو نائب صدر کی حیثیت دی گئی۔

کانگرس کا تنہا صاحب اقتدار ہو جانا مسلم لیگ کے لئے پریشان کن تھا کیونکہ اگر یہ صورتحال برقرار رہتی تو مسلمانوں کا وہی حشر ہوتا جو صوبوں میں سابقہ کانگرسی دور میں ہو چکا تھا۔" (ص 334)

حضرت مصلح موعود کا تاریخی سفر دہلی

سیدنا حضرت مصلح موعود اس عظیم خطرہ کو بھانپ کر ایک ربانی تحریک پر خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے 22 ستمبر 1946ء کی شب کو قادیان سے دہلی تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ سلسلہ احمدیہ کی کئی اور ممتاز شخصیات تھیں۔ یہاں پہنچ کر حضور نے دیگر کئی سیاسی زعماء کے علاوہ 24 ستمبر کو قائداعظم سے 27 ستمبر کو مسٹر گاندھی سے 3-اکتوبر کو نواب صاحب بھوپال سے ازاں بعد خواجہ ناظم الدین صاحب سر فیروز خاں نون اور نواب چھتاری سے اور 10-اکتوبر کو پنڈت جواہر لال نہرو سے ملے علاوہ ازیں پریس کے نمائندوں سے بھی ملاقاتیں کیں اسی طرح حضور نے چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر آف لاء اور صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز "ایڈیٹر ریویو آف ریلجنز" کو اپنے خصوصی نمائندہ کی حیثیت سے نوابزادہ لیاقت علی خاں سر سلطان احمد' نواب چھتاری صاحب وغیرہ کی طرف بھی بھجوایا اس منظم مساعی میں خدا تعالیٰ نے ایسی حیرت انگیز برکت ڈالی کہ یہ ڈیڈلاک ختم ہو گیا اور قائداعظم محمد علی جناح نے 13-اکتوبر کو وائسرائے کو اطلاع دے دی کہ کانگرس سے تو ہمارا فیصلہ نہیں ہو سکا لیکن ہم آپ کی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے عبوری حکومت میں شامل ہوتے ہیں اس طرح مسلم لیگ ہائی کمان کے دانشمندانہ فیصلہ سے مسلمانان ہند اپنی شرائط کے مطابق آبرومندانہ طریق پر اقتدار میں دخیل ہو گئے۔

صوفی عبدالقدیر صاحب اور ان کی قلمی یادداشت

صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے جنہوں نے اس ملی جدوجہد میں دن رات ایک کر دیا 1899ء میں پیدا ہوئے آپ نے 23-1922ء کی تحریک شدھی کے زہریلے اثرات کو مٹا دینے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ تحریک آزادی کشمیر (1931ء) کے دوران جن ممتاز کارکنوں نے مڈلٹن اور گلانسی کمیشن کے سامنے مظلوم کشمیریوں کے حق میں بیش قیمت معلومات پیش کیں ان میں آپ بھی شامل تھے۔ 1933ء میں آپ بنگالی مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لئے بنگال تشریف لے گئے۔ آپ ایک کہنہ مشق صحافی' انگریزی اور اردو کے بلند پایہ اہل قلم اور بالغ نظر مبصر تھے۔ آپ نے سفر دہلی 1946ء کے تعلق میں ایک نوٹ (غیر مطبوعہ) انگریزی میں سپرد قلم فرمایا جس کے ایک حصہ کا ترجمہ جو مکرم جناب عبدالسلام صاحب اختر ایم اے مرحوم کی کاوش و محنت کا رہین منت ہے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

حضرت مصلح موعود اور قائداعظم کی ملاقات

"چند دنوں کے بعد جب کہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں بعض امور کے متعلق زبانی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ حضور نے قائداعظم کی شخصیت کے بارے میں بھی ایک استفسار ایسے رنگ میں فرمایا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضور اس عظیم الشان شخصیت کے بارے میں خاکسار کی رائے ویسے ہی دریافت کرنا چاہتے

ہیں جیسے کہ میں نے اس سے پیشتر نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب کے متعلق عرض کی تھی۔ میں نے حضور کا منشا۔ اور حضور کے استفسار کا مفہوم۔ سمجھنے کی کوشش کی۔ اپنے ذہن کے گوشے ٹٹولے۔ اور کسی قدر جرأت کے ساتھ یہ عرض کیا۔

"میں ان سے کبھی نہیں ملا۔ اور نہ ہی انہیں کبھی نزدیک یا دور سے دیکھا ہے۔ میرے ان کے متعلق جو کچھ بھی تاثرات ہیں۔ وہ ان معلومات کا نتیجہ ہیں جو میں نے اخبارات یا پریس سے ان کے متعلق پڑھ کر حاصل کی ہیں۔ میری رائے میں **وہ ایک "کھرے آدمی" ہیں۔ بالکل صاف اور بالکل کھرے۔ اگر ان کی خوشامد کی کوشش کی جائے۔ تو وہ اس کو برداشت نہیں کریں گے۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ وہ صاف صاف کہہ دیں۔ کہ "آپ تشریف لے جاویں"۔ اور اگر کوئی ملنے والا کسی مصنوعی وقار۔ یا بہت بڑی عظمت کا روپ دھار کر۔ ان پر کوئی اثر ڈالنے کی کوشش کرے۔ تو وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہوگا۔ کیونکہ قائداعظم مرعوب نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اگر کوئی ملاقاتی کوئی طویل گفتگو کا سلسلہ چھیڑ دے۔ اور مطلب کی بات اپنی نوک زبان تک نہ لائے۔ تو وہ اپنے دل میں ہرگز اسے کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ گو ممکن ہے کہ اس کا دل رکھنے کے لئے مروّت کے طور پر وہ اس کی بات سنتے رہیں۔ ان کا تعاون اور ان کی توجہ حاصل کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ مخاطب ان سے صاف صاف۔ اور سیدھی سیدھی۔ اور سچی سچی بات بغیر کسی چرب زبانی کے۔ اور بغیر کسی تصنع کے۔ کہہ دے۔ صرف اسی صورت میں وہ اس کی بات پر غور کریں گے۔ اور اپنے ذہن میں ایک رائے قائم کرلیں گے اور یہ رائے ان کے ذہن میں اس وقت تک قائم رہے گی۔ جب تک کہ بعد میں آنے والے حالات انہیں اپنی رائے بدلنے پر مجبور نہ کردیں۔"**

حضرت امام جماعت احمدیہ میری بات غور سے سنتے رہے۔ انہوں نے نہ تو درمیان میں مجھے ٹوکا۔ اور نہ ہی کوئی سوال پوچھا۔ خود میرے لئے بھی حضور کی موجودگی میں اس قسم کی طویل گفتگو کسی قدر غیر معمولی قسم کی چیز تھی۔ کیونکہ میں نے کبھی بھی اپنی رائے کو اتنے طویل اور مسلسل انداز میں پیش نہیں کیا تھا۔ بہرکیف جب حضور میری بات سن چکے۔ تو حضور نے مجھے اور مولانا عبدالرحیم صاحب درد کو ارشاد فرمایا۔ کہ ہم قائداعظم سے ملاقات کا وقت طے کریں۔ تاکہ حضور ان سے براہ راست اور بالمشافہ گفتگو کر سکیں۔

وقت طے پاگیا۔ اور قائداعظم اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے آپس میں مختلف امور کے بارے میں نہایت پرخلوص اور پرتپاک طریق پر تبادلہ خیال فرمایا۔ یہ گفتگو خالصتاً دو عظیم لیڈروں کے درمیان تھی۔ جو نہایت ہی مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں ہوئی۔ اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی۔

جب ہم کار میں واپس آ رہے تھے۔ تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس گفتگو کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"قائداعظم کی شخصیت کے بارے میں ان کی رائے اب زیادہ ٹھوس اور گہرے حقائق پر مبنی ہو گئی ہے۔ اور ان کے دل میں مسلم لیگ کے اس عظیم لیڈر کے متعلق ایک قلبی اطمینان اور بشاشت کی کیفیت موجزن ہے۔"

حضرت مصلح موعود کا تار

اس کے بعد صوفی صاحب مرحوم نے حضرت مصلح موعودؑ کے ایک تار کا ذکر کیا ہے جو آپ نے وائسرائے ہند کے نام مسلم لیگی موقف کی تائید میں بھجوائی تھی چنانچہ لکھا ہے۔

"جو تار وائسرائے صاحب کی خدمت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے بھیجی گئی۔ (اللہ تعالیٰ کے فضل سے) مسلم لیگ کے حق میں اس کا خاطر خواہ نتیجہ پیدا ہوا۔ اور وائسرائے کے دل پر اس کا جو کچھ اثر ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ ایک عام شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔ یہ تار ملک کے ان نامور اور نہایت بارسوخ مسلمان زعماء کی طرف سے تھا۔ جو مسلم لیگ میں شامل نہیں تھے۔ مگر جن کی پوزیشن اور مقام ملک میں مسلم الثبوت تھا۔ اور حکومت وقت سے ان کی وفاداری ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تھی۔ یہ تمام زعماء یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے۔ کہ اگر وائسرائے نے قائداعظم کی آواز پر کان نہ دھرے۔ تو یہ ایسی ہی بات ہوگی۔ جیسے کوئی جان بوجھ کر پتھر کی دیوار سے ٹکرانے کی کوشش کرے۔

اس تار کا ایک اور نتیجہ پیدا ہونا بھی لازمی تھا۔ اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں سے ایسے لوگوں کے لئے جو سیاسی طور پر طالع آزما ہوتے ہیں۔ اور عموماً مصلحت وقت اور موقع شناسی سے فائدہ اٹھا کر مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کے دروازے تقریباً بالکل بند ہو گئے۔ وگرنہ عین ممکن تھا۔ کہ اس قسم کے مسلمان کہلانے والوں سے فائدہ اٹھا کر وائسرائے یا پنڈت نہرو۔ ایک یا اس سے زائد اصحاب کو ہندوستان کی عبوری حکومت میں شامل کر لیتے اور دنیا کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے۔ کہ مسلمانوں کا ایک متوسط طبقہ جو لیگ کی انتہاپسندی کے خلاف ہے۔ ہنوز حکومت کا ہم نوا ہے۔ بلکہ ایک حد تک تو اس کی کوشش بھی کی گئی۔ جبکہ سر شفاعت احمد خان کو اس قسم کی مصنوعی سربلندی کا تاج پہنا کر انہیں وائسرائے کے کابینہ میں شامل کیا گیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سر موصوف پر حملہ ہوا۔ اور گردن پر زخم آیا۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ زخم کاری نہیں تھا۔ وہ بچ تو گئے۔ مگر ان کا سیاسی مستقبل بالکل تباہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد کسی نے ان کا نام تک نہیں سنا۔

اسی دوران میں جناب نواب صاحب بھوپال بھی دہلی تشریف لے آئے تھے۔ جب حضرت امام جماعت احمدیہ دہلی پہنچے۔ تو نواب صاحب چھتاری بھی حضور سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اور حالات حاضرہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ جناب امام جماعت احمدیہ سے بات کی۔ نواب صاحب موصوف اس امر پر خاص طور پر زور دے رہے تھے۔ کہ جناب چوہدری ظفراللہ خان صاحب ملک کی سیاسی فضا پر ایک الگ اور آزادانہ تبصرہ فرما دیں۔ غالباً ان کے ذہنی پس منظر میں یہ بات تھی۔ کہ ممکن ہے۔ چوہدری صاحب موصوف کی کچھ اور رائے ہو۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے خیالات ان سے کس قدر مختلف ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جناب نواب صاحب چھتاری نے وائسرائے کے نام تار بھیجتے وقت اس امر پر خاص زور دیا تھا۔ کہ تار کے الفاظ میں یہ صراحت ہو۔ کہ تمام کے تمام ہندوستانی مسلمان، متحد ہیں۔ **اور وہ قائداعظم اور مسلم لیگ کے پروگرام کی پوری پوری حمایت کرتے ہیں۔"**

سیاسی فضا کا تجزیہ

صوفی صاحب نے اس دور کی سیاسی فضا کا تجزیہ درج ذیل الفاظ میں کیا۔

اس وقت سیاسیات کی فضا پر ایک گوناگوں قسم کی کیفیت تھی۔ جس کا اگر تجزیہ کیا جاوے۔ تو حسب ذیل عناصر بالکل نمایاں تھے۔

(1) مہاتما گاندھی یہ کہتے ہوئے بڑی فرحت محسوس کرتے تھے۔ کہ وہ کانگرس کے چار آنے والے ممبر بھی نہیں۔ انہوں نے دانستہ طور پر بھنگی کالونی میں رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ اور یہ ایک شاطرانہ چال تھی۔ اس مقصد کے لئے کہ مسلمانوں اور اچھوتوں کے درمیان کوئی براہ راست تعلق قائم نہ ہونے پائے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ اگر اچھوت کسی مقام پر بھی آ کر مسلمانوں سے مل گئے۔ تو ہندو اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی۔

(2) مرکز میں کانگرس کی وزارت قائم ہو چکی تھی۔ اور پنڈت جواہر لال نہرو۔ وزیراعظم مقرر ہو چکے تھے۔

(3) باوجود تلاش بسیار کے۔ کانگرس کی مشینری اور وائسرائے ایسے تین چار نام کے مسلمان بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جو ان کے ہاتھوں میں بطور کٹھ پتلی کام کرسکنے کے اہل ہوں۔ انہوں نے بتھیرے حربے استعمال کئے۔ شاطرانہ چالیں چلیں۔ لیکن بالکل ناکام رہے۔

(4) پنڈت نہرو اپنے جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور وہ انگریزی طاقت کے بل بوتے پر اپنے بال و پر اور زیادہ استوار کرنے میں کوشاں تھے۔ کہ کسی نہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ طاقت اور اقتدار حاصل کریں۔ ادھر مسلم لیگ ایک زخم خوردہ حریف کی حیثیت سے بالکل الگ تھلگ تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی۔ کہ حکومت کی طرف سے اس کے ساتھ شدید بے انصافی کی گئی ہے۔ کیونکہ جب کانگرس نے حکومت کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تو جمہوری اصول کے مطابق وائسرائے کے لئے لازمی تھا۔ کہ وہ ملک میں دوسری بڑی پارٹی یعنی مسلم لیگ کو وزارت بنانے کی دعوت دیتے۔ اور اس طرح دیانت اور انصاف کو قائم کرتے۔

(5) اس شدید ناانصافی، ظلم اور اہانت کے خلاف، ردِّعمل کے طور پر۔ مسلم لیگ ایک آخری قدم اٹھانے پر غور کر رہی تھی۔ اور وہ "راست اقدام" تھا۔ لیگ کے اراکین خوب سمجھ گئے تھے۔ کہ ملک کی فضا کو حکومت اور کانگرس کے ناپاک گٹھ جوڑ نے کچھ ایسا غلیظ اور گدلا کر دیا ہے۔ کہ اب صحیح جمہوریت، دیانت اور انصاف۔ سستے قسم کے سیاسی نعروں سے زیادہ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی ان میں کسی قسم کی اہمیت باقی رہ گئی ہے۔

تاہم مسلم لیگ کے "راست اقدام" کے پروگرام سے قطع نظر۔ ایسی طاقتیں اور اس قسم کے رجحانات بھی بروئے کار آ رہے تھے۔ جن کا مقصد یہ تھا۔ کہ کسی نہ کسی طرح مسلم لیگ کو آمادہ کیا جائے کہ وہ ہندوستان کی عبوری حکومت میں شمولیت کے لئے اپنے نمائندے نامزد کرے۔ چنانچہ انتہائی جدوجہد کے بعد یہ کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور مسلم لیگ ہائی کمان نے بالآخر منظور کر لیا۔ کہ اس کے نمائندے پنڈت نہرو کی کابینہ میں حکومت کی مشینری میں شرکت کے لئے شمولیت اختیار کریں۔

مسلم لیگ کی اس آمادگی میں کامیابی کا سہرا۔ حقیقتہً نواب صاحب بھوپال کے سر تھا۔ کہ جن کی کوششوں سے ایک خطرناک قسم کے ہنگاموں کے دور پر دانشمندی سے قابو پالیا گیا۔

باقی صفحہ 8 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مرزا خلیل احمد قمر صاحب

قائداعظم محمد علی جناح کی سیاست میں واپسی

قائداعظم محمد علی جناح مسلمانان ہند کے عظیم لیڈر تھے آپ کی کوششوں سے مسلمانان ہند میں سیاسی بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور آپ نے برصغیر ہندوستان میں بکھرے ہوئے 9 کروڑ مسلمان کو سخت جدوجہد اور شب و روز کی کوششوں سے مسلم لیگ کے سبز پرچم تلے جمع کیا اور ان کو ایک الگ مسلمان مملکت کے حصول کی منزل کی راہ دکھائی۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کے طور پر مشہور ہوئے کبھی مسلمان ہند نے ان کو گوشۂ عافیت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ کبھی کانگرس نے آپ کو ضدی بچہ کہہ کر آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ گویا آپ مسلمانان ہند کے حقوق کے حصول کے لئے انگریز ہندو اور کانگرس نواز مسلمانوں جمیعت العلمائے ہند مجلس احرار وغیرہ سے چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ آخر کار یہ مرد مجاہد اپنی لگن میں کامیاب ہو کر نکلا اور 14-اگست 1947ء کو دنیا کے نقشہ پر سب سے بڑی مسلمان مملکت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

سیاسی زندگی کا آغاز

قائداعظم محمد علی جناح نے 1906ء میں کانگرس کے سٹیج سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ اور بہت جلد کانگرس کے اعلیٰ حلقوں میں اپنا نام پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ستمبر 1913ء میں مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی 1913ء تا 1917ء کے زمانہ میں آپ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ 1917ء میں آپ کی کوششوں سے کانگرس اور مسلم لیگ میں معاہدہ ہوا جو لکھنؤ پیکٹ کے نام سے مشہور ہوا۔

تحریک خلافت اور قائداعظم

1920ء میں تحریک خلافت سے نہ صرف آپ الگ رہے بلکہ آپ نے مسلمانوں کو گاندھی کی قیادت کے نقصانات سے آگاہ کیا اس جوش کے زمانے میں جناح کی آئین اور قانون کی باتیں سننے والا کون تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے گاندھی کے عدم تعاون اور بائیکاٹ کے پروگرام کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو متنبہ کیا کہ

"مجھے یقین ہے کہ گاندھی غلطی اور انتہائی غلطی کر رہے ہیں میں ان کی بہت عزت و اکرام کرتا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ملک کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں۔"

ان الفاظ پر لوگوں نے سخت احتجاج کیا لیکن جناح نے اس کی پرواہ کئے بغیر اپنی تقریر جاری رکھی اور کہا اگر مجھے گاندھی کے پروگرام سے اتفاق ہوتا تو میں عدم تعاون اور بائیکاٹ کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیتا۔"

(قائداعظم محمد علی جناح از جی الانہ ص200)

"عوام اب اس بات پر تیار نہیں تھے کہ وہ کوئی سنجیدہ بات سنیں۔ وہ اب صرف تشدد کے ساتھ احتجاج چاہتے تھے چنانچہ محمد علی جوہر۔ مولانا شوکت اور گاندھی جی راتوں رات لاکھوں عوام کے رہنما بن گئے۔"

(ترجمہ ٹوورڈز پاکستان از ڈاکٹر وحید الزمان ص25)

ان دنوں مسلم لیگ اور دیگر مسلم جماعتوں کی کیا حیثیت تھی اس کے متعلق مرزا محمد دہلوی لکھتے ہیں۔

"خلافت کمیٹی کانگرس کا ایک جزو بن گئی تھی اور جمعیت العلماء کی حیثیت ان دونوں جماعتوں کے مذہبی نقیب کی سی تھی کانگرس کوئی نئی تحریک وضع کرتی خلافت کمیٹی اس پر عمل کرنے کو میدان میں اتر آتی اور جمعیت العلماء اس تحریک کو قرآن اور احادیث کے مطابق ثابت کر کے فتوے شائع کیا کرتی"

(مسلمانان ہند کی حیات سیاسی ص116)

تحریک خلافت کے راہنما اور کارکن ہندو دوستی اور گاندھی کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ

"ویدوں کو الہامی تسلیم کیا گیا۔ رامائن کی پوجا میں شرکت کی گئی مسلمانوں نے اپنے ماتھے پر تلک لگائے گنگا پر پھول اور بتاشے چڑھائے اور بار بار اس بات کا اعلان کیا۔ "گاندھی مستحق نبوت تھا" اور یہ کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو جاتی تو گاندھی نبی ہوتا گائے کی قربانی کو موقوف کرنے کی تجاویز پیش کی گئیں اور سب سے زیادہ غضب یہ کیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر ایک متشدد ہندو شردہانند سے تقریر کروائی گئی۔"

(حصول پاکستان از پروفیسر احمد سعید ص159)

اس طرح مسلمان مکمل طور پر گاندھی کے جال میں پھنس چکے تھے مسٹر جناح ان حالات کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور اہل توحید کی عقل پر ناطقہ سر بگریباں تھے مگر کوئی ان کی سننے والا نہ تھا۔ جبکہ گاندھی نے پورے ہندوستان کو گھیراؤ جلاؤ کی نذر کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے لئے یہ دور بڑا پر آشوب تھا کیونکہ مسلمانان ہند گاندھی کے جال میں مکمل طور پر پھنس چکے تھے جو بظاہر مسلمانوں کا خیر خواہ اور خلافت پر جان قربان کرنے والا تھا دراصل وہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کہیں یہ ہندو لیڈر خلافت کے بہانے ہندوستان کو مسلمانوں سے صاف کرنا تو نہیں چاہتا۔"

(قائداعظم کا عہد از جی الانہ ص191)

جناح گاندھی اختلاف

قائداعظم جوں جوں تحریک خلافت اور گاندھی کے کردار پر غور کرتے ان کی مسلم دشمنی آپ پر واضح ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ قائداعظم نے گاندھی تحریک خلافت کانگرس اور کانگرس نواز جمیعت العلماء کا ڈٹ کر مقابلہ شروع کر دیا قائد اعظم نے ناگپور کے اجلاس میں گاندھی کو مہاتما گاندھی کہنے کی بجائے مسٹر گاندھی کہہ کر اختلاف کا اظہار کیا اور مسلم لیگ میں اپنے ساتھیوں سمیت گاندھی کے اقدامات کو ماننے سے انکار کر دیا جو بالآخر مسلم لیگ اور کانگرس کے اختلافات پر منتج ہوا۔

تحریک خلافت کا نتیجہ

اس زمانہ میں پسماندہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا آغاز ہوا۔ مسلمان گاندھی کے سحر کا شکار ہو چکے تھے جبکہ اس مفاہمت اور دوستی کے زمانے میں ہندوؤں نے لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو ہندو بنا لیا مگر ان کانگرس نوازوں یعنی جمیعت علماء اور مسلمانوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اور ہندو خاموشی سے شدھی کی تحریک چلاتے رہے صرف جماعت احمدیہ نے آگے بڑھ کر اس کے خلاف بند باندھنے کی کامیاب کوشش کی اور ہزاروں کی تعداد میں احمدی رضاکار جو وکلاء' ڈاکٹر سرکاری ملازمین' علماء اور کم تعلیم یافتہ نوجوان جو دینی جذبہ اور جوش سے بھرپور تھے اس میدان کارزار شدھی میں کود پڑے اور ہندوؤں کو راہ فرار حاصل کرنا پڑی۔

1924ء میں قائداعظم نے ایک بار پھر مسلم لیگ کو فعال کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانان ہند کی سیاسی راہنمائی کرنا شروع کی۔ 1928ء میں نہرو رپورٹ کے موقعہ پر کانگرس نے قائداعظم کی تمام تجاویز کو ایک ضدی بچے کی تجاویز کہہ کر رد کر دیا اور بعض مسلمانوں نے بھی قائداعظم کی مخالفت شروع کر دی۔

قائداعظم کی انگلستان میں رہائش

محمد علی جناح نے گاندھی کو مسیحا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو اس ہولناک تحریک کے بھیانک اور گاندھی کے مکروہ عزائم اور خطرناک ارادوں سے آگاہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں کانگرس اور کانگرس نواز قوم پرست علماء جمیعت العلمائے ہند نے جناح اور مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کا مظاہرہ کیا اور قائداعظم کی ذات کو رکیک اور سوقیانہ حملوں کا نشانہ بنایا قائداعظم مسلمانوں کے اس طرز عمل سے سخت پریشان اور بددل ہو گئے چنانچہ آپ نے گول میز کانفرنس کے بعد مستقل طور پر ہندوستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا قائداعظم اپنی اس وقت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں حیران ہوں کہ میری خودداری اور وقار کو کیا ہو گیا میں کانگرس سے صلح و مفاہمت کی بھیک مانگا کرتا تھا۔ میں نے اس مسئلہ کے حل کے لئے اتنی مسلسل اور غیر منقطع مساعی کیں کہ انگریزی اخبار نے لکھا مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد سے کبھی نہیں تھکتے۔ لیکن گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا جیسے ہی خطرہ کے آثار نمایاں ہوئے ہندویت دل و دماغ کے اعتبار سے اس طرح نمایاں ہوئی کہ اتحاد کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ اب میں مایوس ہو چکا تھا مسلمان بے سہارا اور ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ کبھی حکومت کے یار وفاداران راہنمائی کے لئے میدان میں آموجود ہوتے تھے کبھی کانگرس کے نیاز مندان خصوصی ان کی قیادت کا فرض ادا کرنے لگے تھے۔

مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں آخر میں نے لندن میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا۔"

(قائداعظم اور ان کا عہد از مولانا رئیس احمد جعفری ص191-192)

قائداعظم کی ہندوستان واپسی

قائداعظم کی انگلستان میں رہائش اختیار کرنے کے فیصلے سے کانگرس اور کانگرس نواز مسلمان تنظیموں جمیعت العلماء احرار اسلام وغیرہ تنظیموں کی باچھیں کھل گئیں کیونکہ وہ ایک عرصے سے کانگرس کے اشارے پر قائداعظم کو ہندوستان کی سیاست سے نکالنے کی کوششیں کر رہے تھے کیونکہ ہندو جانتا تھا کہ مسلمانوں کے پاس ایک عظیم دماغ رکھنے والا با اصول باہمت نڈر لیڈر قائداعظم محمد علی جناح کی ذات میں موجود ہے اس لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ قائداعظم ہندوستان کو خیرباد کہہ دینے پر مجبور ہو جائیں قائداعظم کے ہندوستان چھوڑ جانے سے کانگرس اور کانگرس نواز تنظیمیں مستقبل میں ہندوستان پر حکمرانی کے خواب دیکھنے لگیں۔ لیکن ہندوستان میں بعض ایسے بھی دردمند موجود تھے جو صدق دل سے یہ سوچنے لگے تھے کہ مسلمانان ہند کی قسمت سنوارنے کی اہلیت رکھنے والا راہنما مایوس ہو کر کیوں چلا گیا اور مسلمانان ہند ایک عظیم لیڈر کی سیادت سے محروم ہو گئے ہیں ان دردمند زعماء میں سرفہرست حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی شخصیت تھی۔ جس کا دل مسلمانوں کی اس کسمپرسی پر تڑپ اٹھا۔ اور خدا تعالیٰ کو بھی ہندوستانی سیاست سے قائداعظم کی کنارہ کشی منظور نہ تھی۔ بلکہ ایک عظیم الشان خدمت لینا مقصود تھا۔ امام جماعت احمدیہ کی دلی خواہش تھی کہ قائداعظم جلد واپس آکر ہندوستان کی سیاست میں بھرپور حصہ لیں اور مسلمانان ہند پھر اپنے لیڈر کی قیادت میں آزادی کی منازل طے کر سکیں اس کام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انگلستان میں احمدیہ مشن لندن کے انچارج مولانا عبدالرحیم درد صاحب ایم اے کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ درد صاحب 23 مارچ 1933ء کو دوبارہ لندن تشریف لے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گئے اور اپنے امام کی ہدایت ومنشا کے مطابق قائد اعظم محمد علی جناح سے متعدد ملاقاتیں کیں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"انہوں نے لندن میں اس قیمتی جوہر کے ساتھ جو مایوسی کی وجہ سے کھویا جا رہا تھا تعلقات قائم کئے۔ انہیں تلقین کرنی شروع کی اور مدلل طریق سے انہیں سمجھایا کہ اس نازک حالت میں سیاست کو چھوڑنا درحقیقت اپنی ساری قوم سے غداری کرنے کے مترادف ہے مرحوم (قائد اعظم) نے اپنی بہت سی مجبوریاں پیش کیں۔ مگر آخری ملاقات میں تین گھنٹے کی گفتگو کے بعد آخر وہ پھر میدان سیاست میں آنے پر آمادہ ہو گئے اور یہ قرار پایا کہ اس غرض کے لئے 7-اپریل 1933ء کو (احمدیہ بیت الذکر فضل) لندن میں عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہندوستان کے مستقبل کے متعلق سیاسی تقریر کریں اس کا سارا انتظام امام (بیت الفضل) موصوف خود کریں گے ایسا ہی اس کی نشرواشاعت کا اہتمام بھی انہی کی طرف سے ہو گا۔ چنانچہ بڑی دھوم دھام سے وہ تقریب منائی گئی ہر مکتب فکر کے ذی اثر لوگوں کو دعوت دی گئی اور ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر بیت الفضل میں حسب تجویز آپ نے تقریر فرمائی اور تمام مشہور اخبارات میں اس تقریر کا چرچا ہوا۔ تقریر کے ابتداء میں انہوں نے کہا امام (بیت الفضل لندن) نے ترغیب دی اور اس ترغیب میں ان کی فصاحت وبلاغت نے میرے لئے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی ان کی پر زور تحریک کی وجہ سے میں اس سیاسی سٹیج پر کھڑا ہونے کے لئے مجبور ہوں۔ ان کے انگریزی الفاظ یہ تھے۔

The Eloquent persuation of the Imam left no escape

تقریر کے خاتمہ پر سامعین کی طرف سے ان پر یہ بھی سوال کیا گیا کہ آیا وہ کانگرسی ہیں یا لیگی تو انہوں نے اس وقت کسی ایک کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرنے کی بجائے اپنے تئیں Indepedent یعنی آزاد قرار دیا۔ یہ اعلان بھی درحقیقت اس شدید صدمہ ہی کا نتیجہ تھا جو آپ کو کانگرس اور ان کے مہاتماؤں کی طرف سے نہایت گہرے تعلقات رکھنے اور مخلصانہ خدمات سرانجام دینے کے باوجود پہنچا تھا۔ ان کی وہ تقریر اپنے موضوع کی نوعیت کے علاوہ ارباب سیاست کے لئے اس لئے بھی تعجب انگیز ہوئی کہ جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ میں عیدالاضحیٰ جیسے مقدس دن ایک خالص مذہبی اسٹیج پر مسٹر جناح کی شخصیت رکھنے والے سیاستدان کی طرف سے وہ تقریر کی گئی۔

سرڈوائر میکلیگن وغیرہ کے علاوہ مشہور ارباب سیاست اور سفراء دول بھی اس تقریب میں شریک ہوئے۔

(از قیام پاکستان اور ہماری ہجرت نمبر2 سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ص19-20 دارالتجلید اردو بازار لاہور ستمبر1950ء)

لندن کے مشہور اخبار سنڈے ٹائمز لندن Sundy Times نے اپنی 9-اپریل 1933ء کی اشاعت میں لکھا۔

ترجمہ میلروز روڈ ومبلڈن کی عبادت گاہ کے میدان میں ایک بڑا اجتماع منعقد ہوا جس سے معروف ممتاز ہندوستانی مسلم راہنما مسٹر جناح نے خطاب کیا۔ اور اپنے خطاب میں انڈین وائٹ پیپر اور قومی نقطہ نظر سے تحفظات کے معاملے میں ناموافق تبصرہ کیا صدر اجلاس سرسٹیوارٹ ایم۔ پی نے اس موضوع پر مسٹر چرچل کا موقف اختیار کیا جس پر بعض حاضر مسلم طلبا نے کچھ تلخ مظاہرہ کیا مگر امام نے انہیں رام کر لیا۔

قائداعظم کی یہ تقریر برطانوی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بن گئی اور اس تقریر سے متعلق متعدد اخبارات میں بھی تبصرے شائع ہوئے۔

یہ تقریب سرسٹیوارٹ سنڈیمن کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں دو سو مشہور شخصیتیں شریک ہوئیں۔ بڑے بڑے اخبارات نے تقریر شائع کی مگر ساتھ یہ چہ میگوئیاں بھی ہونے لگیں کہ ایک مذہبی جماعت کے مرکز میں سیاسی لیکچر کی کیا وجہ ہے؟ اگرچہ قائداعظم احمدیہ بیت الفضل لندن میں ایک تقریر کر کے ہندوستان کی سیاست میں واپس آچکے تھے۔ مگر وہ ابھی تک باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ لینے کے لئے ہندوستان نہیں آئے تھے قائداعظم کو ہندوستان واپس لانے کے لئے درد صاحب نے متعدد ملاقاتیں کیں اور یوں آہستہ آہستہ قائداعظم کو واپس وطن لانے کے مشن میں کامیابی حاصل کر لی۔ چنانچہ درد صاحب اس سلسلہ میں قائداعظم سے لندن کی اس اہم ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

یہ بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی اس طرح بالآخر 1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔ وہاں میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی۔ میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی راہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور انہوں نے ان کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہو گی..... اس کے بعد قائداعظم انگلستان کو خیرباد کہہ کر ہندوستان واپس آ گئے۔"

(الفضل یکم جنوری 1955ء ص8)

تحریک پاکستان کے مایہ ناز صحافی میاں محمد شفیع (م ش) قائداعظم کو واپس ہندوستان لانے کے سلسلہ میں درد صاحب کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔ مسٹر جناح ہندوستان کی گندی سیاست سے اس قدر بددل ہو گئے اور رائے عامہ کے ہندوستانی لیڈروں سے اتنے برگشتہ خاطر ہوئے کہ انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی علامت کے طور پر انہوں نے لندن میں قریباً ہمیشہ کے لئے قیام کر لیا۔ یہ مسٹر لیاقت علی خاں اور مولانا عبدالرحیم درد امام لندن (-) ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن

باقی صفحہ 11 پر

جماعت احمدیہ ایک محبِ وطن جماعت ہے

خدمتِ وطن کی روشن جھلکیاں

قرارداد پاکستان

اس اہم واقعہ کے حوالے سے جماعت کی ایک عظیم خدمت کا ذکر پاکستان کے مشہور سیاستدان جناب عبدالولی خان اپنی کتاب "حقائق حقائق ہیں" روزنامہ جنگ 20 فروری 1982ء میں گہری تحقیق کے بعد انکشاف کرتے ہیں کہ وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو نے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب سے کہا کہ وہ تقسیم ہند کا ایک قابل عمل فارمولا تیار کریں۔ آپ نے فروری 1940ء کے دوسرے پندرھواڑے میں 32 صفحات پر مشتمل یہ نوٹ سپرد قلم فرمایا اور وائسرائے ہند کو دے دیا نیز یہ نوٹ قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھجوا دیا گیا اور یہی نوٹ قرارداد پاکستان کی بنیاد بنا۔

46'1945ء میں جماعت نے مسلم لیگ کی بھرپور اور پرجوش حمایت کی اور اس کے لئے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے 22-اکتوبر 1945ء کو ایک مفصل مضمون شائع کیا اور اعلان کر دیا کہ "آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہئے۔"

(الفضل 22-اکتوبر 1945ء ص1)

ایک مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات اپنی تصنیف

The Nation that lost its Soul

کے صفحہ 147 پر لکھتے ہیں:-

"ایک روز قائداعظم کی طرف سے مجھے پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا "شوکت مجھے معلوم ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بٹالہ قادیان سے پانچ میل دور ہے مہربانی کر کے وہاں جاؤ اور قادیان کے حضرت صاحب سے درخواست کرو کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور عملاً مدد بھی کریں"... آدھی رات کے وقت میں قادیان پہنچا مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تو سو چکے ہیں۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں آپ کے لئے قائداعظم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ جونہی یہ پیغام بھجوایا گیا وہ فوری طور پر اٹھ گئے اور پوچھا کہ "قائد نے میرے لئے کیا احکامات دیئے ہیں....؟ پیغام سن کر حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ قائداعظم کو ہماری طرف سے بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے دعائیں کر رہے ہیں اور جہاں تک میرے پیروکاروں کا تعلق ہے کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کی مخالفت یا اس کا مقابلہ نہیں کرے گا......"

قیام پاکستان کے کچھ ماہ قبل تک صوبہ پنجاب میں یونینسٹ حکومت قائم تھی اور سر خضر حیات خان وزیراعلیٰ تھے اور جب تک وہاں مسلم لیگ کی حکومت نہ قائم ہوتی پنجاب کا پاکستان میں شامل ہونا ناممکن تھا۔ پنجاب کے مسلم لیگی اکابر کے تمام مذاکرات ناکام ہو چکے تھے اس نازک صورتحال میں سر چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب خود لاہور تشریف لے گئے اور ملک خضر حیات کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیا اور راضی کیا تاکہ مسلم لیگ کا راستہ صاف ہو سکے چنانچہ آپ کی تحریک پر 2 مارچ 1947ء کو خضر حیات وزارت سے مستعفی ہو گئے اور اخبار ٹریبون اور ملاپ نے بھی اپنی اشاعت میں اس کی تصدیق کی ہے۔

خواتین کی خدمات

اسی طرح احمدی خواتین بھی تحریک پاکستان میں پیش پیش رہیں اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ ایک احمدی خاتون بیگم شفیع جو ساری زندگی پاک اور دلیرانہ صحافت کرتی رہیں مسلم لیگ پنجاب شعبہ خواتین کی نائب صدر اور مغربی پاکستان مسلم لیگ کونسل کی ممبر بھی رہیں۔

اسی طرح قیام پاکستان کے معاً بعد استحکام پاکستان کے لئے حضرت مصلح موعود کی مسلسل راہنمائی قوم کو حاصل رہی آپ نے لیکچرز کا ایک سلسلہ شروع کیا جو آپ کی علمی وسیاسی ذہانت و فراست کا شاہکار ہیں پھر آپ نے ملک کے بڑے دانشوروں' مدبروں' اور سیاسی عقل و سمجھ رکھنے والوں کو براہ راست لیکچرز کے ذریعہ آگاہی فرماتے رہے۔ پھر آپ نے ملک کے مرکزی شہروں میں جا کر پاکستان کے ہزاروں باشندوں کو براہ راست بصیرت افروز خیالات اور تعمیری افکار سے روشناس کروایا۔ آپ کے اہم مشوروں میں اسلامی ممالک سے اتحاد' ملکی فوج میں اضافہ' جرنیل مقرر کرنے کی تلقین' ملکی پریس کو سچ چھاپنے کی نصیحت' کارخانے جاری کروانے کا مطالبہ' انتظامیہ اور عدلیہ کو علیحدہ کرنے کا مشورہ' سرحدی دفاع کو مضبوط کرنے کے مشورے نہایت اہم تھے۔ اور ان تمام مشوروں جن پر عمل کیا گیا ان سے آج تک ملکی تعمیرو ترقی پر نمایاں اثرات ہیں۔

کشمیر میں خدمات

کشمیر کے محاذوں پر بھی جماعت احمدیہ نے شاندار خدمات پیش کی ہیں جن میں فرقان بٹالین سب سے اہم ہے۔ یہ رضاکار بٹالین جون 1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قائم فرمائی جو جون 1950ء تک قائم رہی اس میں مجموعی طور پر تین ہزار نوجوان مجاہدین شامل ہوئے جن میں طلبہ' کسان' فوجی' افسران' اساتذہ' ڈاکٹر' زمیندار' دوکاندار' کلرک غرض ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس بٹالین کے نو مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ وطن پاکستان کے حصول'

باقی صفحہ 11 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم بشیر احمد زاہد صاحب

ہر پاکستانی اس مملکت کا شہری ہے جس کے حقوق و فرائض مساوی ہیں

قائدِ اعظم کا پہلی پاکستان دستور ساز اسمبلی میں پہلا خطاب

11- اگست 1947ء کو قائد اعظم کا بیش قیمت اور رہنما خطاب

قائداعظم محمد علی جناح کو جب 11- اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ تو اس تقریب میں آپ نے ایک بڑا معرکتہ الآراء امن پرور خطاب فرمایا تھا۔ جو ان کی سیاسی و قانونی زندگی کا نچوڑ اور مذہبی و معاشرتی مطالعہ کا ماحصل تھا۔ اس کے چند نکات قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے دستور ساز اسمبلی کے سب اراکین کا تہ دل سے پورے اخلاص سے شکریہ ادا کیا۔ اور آپ کو اس اسمبلی کا صدر منتخب کئے جانے کے بارے میں فرمایا۔ کہ "بلا شبہ ایک خود مختار اسمبلی کی طرف سے دیا جانے والا یہ اعلیٰ ترین اعزاز ہے (اور) میں ان احباب کا بھی شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے ذاتی طور پر میرے متعلق کلمات تحسین ادا فرمائے۔" نیز آپ نے اس امر کا بھی اظہار فرمایا کہ "میں پورے خلوص سے اس پر یقین رکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے تعاون سے ہم اس دستور ساز اسمبلی کو دنیا بھر کے لئے ایک مثال بنا دیں گے۔"

اور اس کے بعد آپ نے ان اہم ضروری اصل الاصول نکات کو بیان فرمایا۔ جن پر آپ پاکستان کے دستور کی امن پرور عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔ اور اس سلسلے میں فرمایا۔

دو بنیادی کام

"دستور ساز اسمبلی کے دو بنیادی کام ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملک کے لئے ایک آئین بنائے۔ اور یہ ذمہ داری بہت ہی اہم ہے۔ اور دوسرا کام یہ ہے کہ ملک کے لئے قانون ساز اسمبلی کے طور پر کام کرے۔ اس لحاظ سے یہ اسمبلی مکمل طور پر آزاد و خود مختار ادارہ ہوگی۔"

لطف یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک سے زائد مرتبہ اپنے اس خطاب میں اسمبلی کی آزادی و خود مختاری کا اعلان فرمایا اور اس بارے میں مزید فرمایا۔

"اس اسمبلی کے سپرد جو پہلا کام ہے۔ میں اس کے بارے میں اس مرحلے پر کوئی قطعی حکم نامہ جاری نہیں کروں گا۔ لیکن میں اس ضمن میں چند باتیں اپنی سوچ کے مطابق بیان کروں گا۔ سب سے پہلے اور سب سے اہم طور پر جس بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہم صرف ایک خود مختار قانون ساز ادارہ ہیں۔ اس مقصد کے لئے ہمیں تمام تر اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے پیش نظر آپ پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنے فیصلے کس طرح کرتے ہیں؟"

ازاں بعد آپ نے مملکت خداداد پاکستان کے محیر العقول عمل تخلیق کا پس منظر بیان فرمایا کہ "نہ صرف ہم خود حیران ہیں" بلکہ "ساری دنیا اس بات پر حیران ہے۔ کہ کس انقلابی طریق پر اس برصغیر میں دو ریاستوں کا قیام عمل میں آ گیا؟" پھر فرمایا "دنیا کی تاریخ میں ایسے واقعہ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔" کہ "ایک ملک جو مختلف قسم کے باشندوں پر مشتمل ہے۔ ایک منصوبے کے تحت تقسیم کیا گیا۔" پھر اس کے بعد ایک دفعہ پھر آپ نے دستور ساز اسمبلی کی آزادی و خود مختاری کا اعلان فرمایا۔ اور حکومت پاکستان کی ذمہ داریوں کی وضاحت میں فرمایا۔

"اس سلسلے میں سب سے پہلی بات میں یہ کہوں گا۔ اور حقیقتاً آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ کسی بھی حکومت کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے۔ کہ وہ امن وامان قائم کرے تاکہ ہر شخص کی زندگی۔ جائیداد اور مذہبی اعتقادات کی حفاظت ہو۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستانی حکومت کی دوسری۔ تیسری اور چوتھی ذمہ داری جو بیان کی ہے۔ ان میں سے دوسری کی بابت آپ فرماتے ہیں۔

رشوت ایک زہر ہے

"دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ برصغیر میں جو سب سے بڑی لعنت ہے۔ وہ رشوت اور بدعنوانی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک زہر ہے (اور) ہمیں لازمی طور پر اسے آہنی ہاتھوں سے کچلنا ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ اسمبلی جتنی جلدی اس سے ممکن ہو سکے۔ اس بارے میں اقدامات کرے گی۔"

ایک اور ذمہ داری کی بابت فرماتے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کا عفریت

"ذخیرہ اندوزی ایک دوسری لعنت ہے۔ اب آپ کو اس عفریت سے نپٹنا ہوگا۔ جو آج کے معاشرے میں ایک بدترین جرم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے یہ جرم اس وقت شدت اختیار کر جاتا ہے۔ جبکہ آج کل ہم خراب حالات کا شکار ہیں۔ اور ملک میں خوراک اور دیگر اشیائے ضروریہ کی کمی ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ ان کو سخت سزائیں دی جائیں۔ کیونکہ یہ ملک میں خوراک اور دیگر اشیائے ضروریہ کے سارے نظام تلپٹ کر کے رکھ دیتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر ملک میں فاقہ کشی اور قحط کی صورت موت تک پہنچ جاتی ہے۔"

سفارش اور اقربا پروری

اور ان سب کے آخر میں چوتھی ذمہ داری کی بابت فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد جو چیز مجھے دکھ دیتی ہے اور یہ بھی وہی چیز ہے۔ جو ہمیں بہت سی اچھی اور بری چیزوں کی طرح ورثہ میں ملی ہے۔ یہ سفارش اور اقرباء پروری ہے۔ اس برائی کو ہمیں بے رحمی سے ختم کرنا ہوگا۔ میں یہ بات پورے طور پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جہاں بھی ایسی صورت حال دیکھوں گا۔ چاہے۔ یہ پہلے سے موجود ہو۔ یا نئی صورت میں ہو۔ کم ہو۔ یا زیادہ ہو۔ میں یقینی طور پر اسے برداشت نہیں کروں گا"

ہوشیار رہیں

قائداعظم محمد علی جناح نے ان لعنتی برائیوں کے بیان کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو پاکستان کے قیام کی تحریک کے مخالف تھے۔ اور ان کو سمجھانے اور دوسروں کو درپردہ ان سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں جانتا ہوں۔ کہ کئی ایسے لوگ موجود ہیں جو برصغیر کی تقسیم یا پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر راضی نہیں ہیں۔ اس بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔ لیکن اب صورت حال کو قبول کر کے عملی صورت دے دی گئی ہے۔ تو ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ پوری وفاداری سے اس کی اطاعت کرے۔ جو عملاً واقع ہو چکی ہے۔ اور اب اس کے سوا اور کوئی بات نہیں۔"

پھر فرماتے ہیں۔

"تقسیم تو بہر حال ہونی تھی۔ دونوں طرف سے ہندوستان اور پاکستان میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اس سے اتفاق نہیں کرتے لیکن میرے خیال میں اس کے سوا اور کوئی حل نہیں تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آنے والا وقت ہماری تائید میں فیصلہ دے گا۔ اور تجربہ یہ ثابت کر دے گا۔ کہ ہندوستان کے آئینی مسائل کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہیں تھا۔ متحدہ ہندوستان کا کوئی نظریہ قابل عمل نہ تھا۔ اور میرے خیال میں اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ ہمارے لئے خطرناک تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا"

پھر فرماتے ہیں:۔

"اس کے باوجود اس تقسیم میں ان اقلیتوں کے مسئلہ سے دامن بچانا ناممکن ہے۔ جو ایک ڈومینین یا دوسری میں رہ جائیں گی۔ یہ بات بالکل ناگزیر تھی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا حل نہیں" (تھا)

اتحاد قائم کرو

فرمایا "اگر تم باہم تعاون سے کام کرو گے (اور) ماضی کو بھول جاؤ گے۔ اور مخالفتوں کو ترک کر دو گے۔ تو تم لازماً کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اس سپرٹ سے متحد ہو کر کام کرو گے۔ تو تم میں سے ہر ایک خواہ وہ کسی قوم سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ خواہ ماضی میں اس کے تعلقات تمہارے ساتھ کیسے ہی رہے ہوں؟ خواہ اس کا رنگ اس کی ذات اور اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اول۔ دوم اور آخر اس مملکت کا شہری ہے۔ جس کے حقوق و فرائض بالکل مساوی ہیں۔ تو تمہارے عروج و ترقی کی کوئی انتہاء نہیں رہے گی۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ولولہ انگیز اور امن پرور خطاب کے آخر میں جس بات کو مختلف انداز میں کم از کم چھ بار دہرایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سب پاکستانی مذہبی اور سیاسی لحاظ سے برابر ہیں۔

سب پاکستانی برابر ہیں

(1) آپ فرماتے ہیں۔

"(ہر وہ شخص جو پاکستان میں رہتا ہے) خواہ اس کا رنگ اس کی ذات اور اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اول۔ دوم اور آخر اس مملکت کا شہری ہے۔ جس کے حقوق و فرائض مساوی ہیں۔"

(2) پھر فرماتے ہیں۔

"میں اس معاملہ پر انتہائی زور دینا چاہتا ہوں۔ کہ کچھ مدت میں اکثریت اور اقلیت اور ہندو قوم اور مسلم قوم کی تمام بدنمائیاں غائب ہو جائیں گی۔ کیونکہ آخر مسلمان ہونے کی حیثیت میں بھی تمہارے ہاں پٹھان۔ پنجابی۔ شیعہ۔ سنی وغیرہ موجود ہیں۔ اور ہندوؤں میں برہمن ویشنو کھتری اور بنگالی اور مدراسی ہیں۔ اگر مجھ سے پوچھو۔ تو کہوں گا۔ کہ یہ چیز ہندوستان کی آزادی و خود مختاری کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہیں کوئی مفتوح نہ کر سکتا اور اگر کر بھی لیتا۔ تو زیادہ مدت تک اپنا تسلط قائم نہ رکھ سکتا۔ اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔"

(3) پھر فرماتے ہیں۔

"آج تم آزاد ہو۔ اس مملکت پاکستان میں تم اپنے مندروں میں آزادانہ جا سکتے ہو۔ اور مساجد اور دوسری عبادت گاہوں میں بھی جانے میں آزاد ہو۔ تمہارا مذہب تمہاری ذات۔ تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ کاروبار مملکت سے اس کا کچھ تعلق نہیں"

(4) آپ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں۔

"تم جانتے ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ کچھ مدت پیشتر انگلستان میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کو آزار پہنچانے میں مصروف تھے۔ اور آج بھی بعض ایسی مملکتیں موجود ہیں۔ چین میں ایک خاص طبقے کے خلاف امتیازات اور قیود عائد کی جارہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ہم ایسے ایام میں اپنی مملکت کا آغاز نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارا آغاز ایسے ایام میں ہو رہا ہے جب ایک قوم اور دوسری قوم ایک ذات اور دوسری ذات اور مسلک کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں رہا۔ ہم اس بنیادی اصول کی بناء پر آغاز کار کر رہے ہیں۔ کہ تمام شہری ایک مملکت کے شہری ہیں۔"

(5) پھر فرماتے ہیں:۔

"انگلستان کے لوگوں کو بھی ایک زمانے میں اسی صورت حالات کے حقائق کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور ان ذمہ داریوں اور گراں باریوں کو بھگتنا پڑا تھا۔ جو ان کی حکومت نے ان پر عائد کی تھیں۔ اور وہ اس آگ میں سے قدم بقدم گزر چکے ہیں۔ آج تم بجا طور پر کہہ سکتے ہو۔ کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا کوئی وجود باقی نہیں رہا۔ آج صرف یہ حقیقت موجود ہے کہ ہر شخص برطانیہ عظمیٰ کا شہری ہے (اور) ہر شہری کی حیثیت مساوی ہے۔ اور تمام شہری ایک قوم کے فرد ہیں۔"

(6) پھر ان سب کے آخر میں فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک اب ہمیں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ پھر تم دیکھو گے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد نہ ہندو۔ ہندو رہیں گے۔ نہ مسلمان۔ مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے۔"

میں آخر میں یہ عرض کروں گا۔ کہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے اس خطاب کے آخری حصے میں اس بات کو بار بار مختلف پیرایوں میں پیش فرمایا ہے۔ کہ ہراک پاکستانی "خواہ اس کا رنگ اس کی ذات اور اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اول۔ دوم اور آخر اس مملکت کا شہری ہے۔ جس کے حقوق و فرائض بالکل۔ مساوی ہیں۔" پھر فرماتے ہیں۔ "تمہارا مذہب۔ تمہاری ذات۔ تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ کاروبار مملکت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔" پھر فرماتے ہیں "ہم اس بنیادی اصول کی بناء پر آغاز کار کر رہے ہیں۔ کہ تمام شہری ایک مملکت کے شہری ہیں۔" اور پھر قدیم انگلستان کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ "ہر شخص کی حیثیت مساوی ہے" اور تمام شہری ایک قوم کے فرد ہیں۔" اور پھر فرماتے ہیں مذہبی معنوں میں "ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے" اور "سیاسی معنوں میں سب (پاکستانی) ایک مملکت کے شہری ہوں گے۔"

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن کو تمام شہریوں اور حکومت کو ملحوظ رکھنا چاہئے اسی میں ملک و قوم کی بقا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بقیہ صفحہ 4

حضرت مصلح موعود کے تاثرات

سیدنا حضرت مصلح موعود نے دہلی سے واپسی کے بعد قادیان میں سفر دہلی سے متعلق 18-اکتوبر 1946ء کو ایک مفصل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس کا اختتام درج ذیل الفاظ پر کیا۔

"اس سفر میں یہ ایک نہایت ہی خوشی کی بات مجھے معلوم ہوئی ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے تفرقہ اور نکمے پن کی وجہ سے مشہور ہیں ان میں بھی اب اخلاص اور بیداری پیدا ہو چکی ہے اور وہ اپنے فرائض کو سمجھنے لگ گئے ہیں چنانچہ نواب صاحب چھتاری' سر آغا خاں اور سر سلطان احمد نے نہایت بے نفسی کے ساتھ اس موقعہ پر کام کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ان کی بے نفسی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا حال پبلک کو معلوم ہو جائے تو وہ ان کی قدر کئے بغیر نہ رہے **پھر سب سے زیادہ کام نواب صاحب بھوپال نے کیا**۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے سب انسان برابر ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کی دیر سے عزتیں قائم ہو چکی ہیں وہ معمولی کام کرنے سے بھی گھبراتے ہیں۔ لیکن نواب صاحب نے باوجود ایک مقتدر ریاست کا نواب ہونے کو جو ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی ان کو کرنا پڑا انہوں نے کیا۔ یہاں تک کہ منتیں بھی کیں۔ وہ گاندھی جی کے پاس گئے اور بھنگی کالونی میں ان سے ملاقات کی۔ پہلی ملاقات بے شک بڑودہ ہاؤس میں ہوئی تھی اور نواب صاحب کے مشیر نے کہا تھا کہ ہم یہ پسند نہیں کر سکتے کہ نواب صاحب بھنگی کالونی میں جائیں۔ لیکن بعد میں انہوں نے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ صرف بڑودہ ہاؤس میں ملاقات ہو بلکہ خود ان کے گھروں پر گئے۔ اور رات اور دن کوشش کی کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔

یہ علامت ہے اس بات کی کہ اب مسلمانوں میں بھی قربانی اور بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ خواہ دنیا کی نگاہ سے نواب صاحب بھوپال' نواب صاحب چھتاری' سر سلطان احمد اور سر آغا خان کی قربانی او جھل رہے گی مگر اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اور تمام رازوں کو جاننے والا ہے اس نے یقیناً ان لوگوں کے ایثار اور ان کی قربانی کو دیکھا ہے اور خدا کی درگاہ سے یہ لوگ بدلہ لئے بغیر نہیں رہیں گے کیونکہ خدا کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا"

(الفضل 13 نومبر 1946ء ص 4'6)

تقسیم ہند اور قیام پاکستان کا انقلابی نکتہ

اب آخر میں یہ بتانا مقصود ہے کہ عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت کس طرح منصوبہ تقسیم ہند کو منوانے کا انقلابی نکتہ ثابت ہوئی اور بالآخر پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا موجب بنی۔ حکومت پاکستان کے محکمہ تعلیم کے منظور شدہ نصاب کے مطابق چھپنے والی کتاب "تحریک پاکستان" کے صفحہ 334'335 پر لکھا ہے۔

"مسلم لیگ بھی اپنی شرائط کے ساتھ عبوری حکومت میں شامل ہو گئی وائسرائے کی خواہش تھی کہ کم از کم ایک اہم محکمہ مسلم لیگ کو ملے۔ لیکن امور خارجہ کا محکمہ پنڈت نہرو کی کمزوری تھا اور سردار ولبھ بھائی پٹیل امور داخلہ کا چارج چھوڑنے کو تیار نہ تھا اس پر کانگرس نے مسلم لیگ کو محکمہ خزانہ کی پیشکش اس بنا پر کی کہ حساب کتاب کے اس خشک محکمے کو مسلم لیگ چلا نہ سکے گی۔ چوہدری محمد علی کے مشورے پر جو اس زمانے میں محکمہ خزانہ کے سب سے سینئر مسلمان افسر تھے۔ مسلم لیگ نے کانگرس کی یہ پیشکش قبول کرلی اور لیاقت علی خاں وزیر خزانہ بن گئے لیکن دونوں جماعتوں کے درمیان بنیادی اختلافات اس قدر گہرے تھے کہ حکومت کے کام میں رکاوٹ پڑنے لگی۔

کانگرس نے جلد ہی اس حقیقت کا احساس کرلیا کہ اس نے محکمہ خزانہ مسلم لیگ کی تحویل میں دے کر سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ **اس کے ذریعے مسلم لیگ حکومت کے ہر محکمے میں دخیل ہو گئی تھی** سردار پٹیل اس غلطی پر سب سے زیادہ پریشان تھا وہ محکمہ خزانہ کو جو تجویز بھیجتا لیاقت علی خان اس کا حلیہ بگاڑ دیتے تھے۔ نیز لیاقت علی خاں نے جو بجٹ پیش کیا وہ گاندھی اور کانگرس کے مسلمہ اصولوں کے عین مطابق تھا اس نے حکومت کے مالی وسائل کا بوجھ سرمایہ دار طبقہ پر ڈال دیا ریزروبنک کے حصے قومیائے اور حصص اجناس اور سونے چاندی کی منڈیوں میں سٹہ بازی پر کنٹرول کرنے کی تجویز پیش کی ٹیکسوں کی چوری سے ہندو سیٹھوں نے دولت اکٹھی کی تھی اس کی چھان بین کے لئے ایک کمیشن بٹھانے کا اعلان کیا نمک پر ٹیکس معاف کردیا اگرچہ ابتدا میں کانگرس نے اس کو پہلا قومی بجٹ اور غریب آدمی کا بجٹ قرار دیا لیکن ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کے مقولہ کے مطابق ہندو سیٹھوں پر

اس ضرب سے کانگرس حواس باختہ ہو گئی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے الفاظ میں لیاقت علی خان کے بجٹ نے سردار پٹیل سے تقسیم ہند کے منصوبے کو منوالیا وہ ہر قدم پر محسوس کرتا تھا کہ وزیر خزانہ نے اسے بے بس کر دیا ہے۔"

چودہ اگست

جذبۂ شوق کے اظہار کا دن ہے اے دوست
دین کی قوتِ بیدار کا دن ہے اے دوست
ملک و ملت کے پنپنے کی جو تدبیریں ہیں
ان تدابیر کے شہکار کا دن ہے اے دوست

ہر بُری بات پہ اک وار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست
مَیلی آنکھوں سے کوئی دیکھ کے دیکھے تو ذرا
اپنی ہر سانس نہ بن جائے گی پیغامِ وغا
خون کے کھیل سے کیا ہم کبھی گھبرائے ہیں
حملہ آور بھی کبھی ہم سے بھلا بچ کے گیا

عہد و پیمان کی گفتار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست

نسیم سیفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب

جب بولنے پہ آیا زمانے پہ چھا گیا

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان - قائدِ اعظم کے دستِ راست

قومی اخبارات کے حوالے سے اہم شخصیات کے خراج تحسین

پاکستان کے بطل جلیل حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان جن کو قائداعظم کا معتمد ساتھی اور پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ہونے کا اعزاز حاصل تھا' کامیاب و کامران زندگی گزار کر 93 سال کی عمر میں یکم ستمبر 1985ء کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

خوب طے تو نے کیا اپنا سفر سوئے معاد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

اس موقع پر قومی اخبارات اور ملک کی ممتاز شخصیات اور دانشوروں نے چوہدری صاحب کی ملکی اور عالمی سطح پر نمایاں اور تابناک کامیابیوں اور شاندار خدمات کا دل کھول کر تذکرہ کیا۔ آیئے مختصراً ان کا تذکرہ کریں۔

ڈان کا اداریہ

1۔ وطن عزیز کے قدیم و وقیع انگریزی اخبار "ڈان" مورخہ 3۔ ستمبر 1985ء کا اداریہ :-

"پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ اور عالمی عدالت انصاف کے سابق جج چوہدری محمد ظفراللہ خان کی وفات سے وطن عزیز ایک ممتاز ترین اور عالمی شہرت یافتہ شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ 1893ء میں سیالکوٹ کے ضلع ڈسکہ میں پیدا ہونے والے چوہدری ظفراللہ خان ایک طویل اور اہم پبلک کیریئر کے مالک تھے۔ قائداعظم کے قریبی ساتھی اور آل انڈیا مسلم لیگ کی سیاست کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد انہیں قائداعظم نے وسیع ذمہ داریاں اور اختیارات رکھنے والا نمائندہ مقرر کیا اور پھر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا اور اس حیثیت میں انہوں نے طویل سات برس تک وطن عزیز کی خدمات انجام دیں۔ اس عرصہ میں انہیں اقوام متحدہ اور دوسری عالمی کانفرنسوں میں بہت سے نازک مسائل' خاص طور پر کشمیر اور فلسطین کے قضیوں سے نپٹنا پڑا اور بہت سی مشکلات کے باوجود وہ ان مسائل سے غیر معمولی لیاقت اور فراست کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے...... بہرحال چوہدری ظفراللہ کو واقعی یادگار کامیابیاں اقوام

مولانا ظفر علی خان نے چوہدری ظفر اللہ کے ہاتھ چوم لئے

متحدہ میں حاصل ہوئیں۔ یہ وہ مقام تھا جہاں انہوں نے عرب اور دوسری مسلمان اقوام کے مفادات کے محافظ کے طور پر ان سے دائمی عزت و توصیف حاصل کی۔ فلسطینی مفاد کی حمایت کے نتیجہ میں انہیں ستارہ اردن کا نشان دیا گیا۔ اسی طرح کی تکریم انہیں افریقہ اور مڈل ایسٹ کے بہت سے مسلمان ملکوں کی آزادی کے لئے انتھک تگ و دو کرنے کی وجہ سے تیونس' مراکش' لیبیا اور شام سے بھی ملی۔ بطور مدبر و سفارت کار ان کی بلند و بالا شخصیت کے اعتراف کے طور پر انہیں 63-1962ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا صدر چنا گیا۔ 1954ء میں وہ عالمی عدالت انصاف کے جج بنے' اور اس حیثیت میں 1961ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ 1958ء سے 1961ء تک عالمی عدالت کے نائب صدر بھی رہے اور پھر 1970ء تا 1973ء اس کے صدر رہے۔

سیاسی اور قانونی میدان میں کامرانیوں کے علاوہ سر محمد ظفراللہ خان نے بطور ایک عالم فاضل کے بھی نام پیدا کیا۔ وہ وسیع موضوعات پر مشتمل اٹھارہ کتب کے مصنف تھے۔ ان کتب کی متعدد ملکوں میں نشرو اشاعت ہوئی...... ان کے انتقال سے ملک ایک نامور شہری اور آزادی کے لئے مسلم جدوجہد کی فیصلہ کن منزل کے ایک زندہ رابطے سے محروم ہو گیا ہے۔"

(اداریہ "ڈان" 3۔ ستمبر 1985ء)

دی مسلم کی رپورٹ

انگریزی اخبار "دی مسلم" مورخہ 2۔ ستمبر 1985ء کی بیورو رپورٹ

چوہدری ظفراللہ خان انتقال کر گئے

"لاہور۔ یکم ستمبر۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر محمد ظفراللہ خان ایک لمبی علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 93 برس تھی...... ان کی علالت کے دوران بہت سے مسلم اور دوسرے ممالک کے سربراہوں نے ان کی خیریت دریافت کرنے اور بحالیٔ صحت کی دعا کے خصوصی پیغامات ارسال کئے...... انہیں قائداعظم نے اوائل 1947ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے خاص طور پر نامزد کیا جہاں انہوں نے بڑی قابلیت کے ساتھ کشمیر کا مسئلہ پیش کیا اور فلسطینی مسلمانوں کے معاملہ کی وکالت کی جس کے باعث عرب دنیا ان کی مستقل شکر گزار بن گئی...... وہ مختلف موضوعات پر جو سیاست سے لے کر بین الاقوامی قانون اور مذہب تک ممتد تھے۔ متعدد کتب کے شہرت یافتہ مصنف تھے۔ انہیں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا امتیاز حاصل تھا جس کا مغرب میں بڑے پرجوش طریقے سے خیر مقدم کیا گیا۔ ان کی دوسری مشہور کتب یہ ہیں (1) پاکستان کا المیہ (2) اللہ کا بندہ (3) اسلام۔ عصر حاضر کے انسان کے لئے اس کے معنی (4) حج بیت اللہ۔ وہ جماعت احمدیہ کے ممتاز ترین ارکان میں سے تھے۔ چوہدری ظفراللہ خان آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی ارکان میں شامل تھے۔ اور 1930ء میں اس کے صدر منتخب ہوئے.....۔"

روزنامہ مشرق لاہور

روزنامہ مشرق' مورخہ 2۔ ستمبر 1985ء

عرب اور مسلمان ممالک کے مفادات کے محافظ کے طور پر دائمی عزت و توصیف حاصل کی

سے اقتباس:-

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفراللہ خان 4۔ فروری 1893ء کو ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ 1911ء میں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن کی۔ 1914ء میں لندن سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ 1926ء سے 1935ء تک پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے رکن رہے اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن بن گئے۔ 1935ء سے 1941ء تک فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے سینئر جج رہے۔ 1947ء میں وہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ 1954ء میں وہ بین الاقوامی عدالت برائے انصاف کے جج منتخب ہوئے اور 1961ء تک اس عہدے پر رہے۔ 1958ء سے 1961ء تک اسی عدالت کے نائب صدر اور پھر صدر مقرر ہوئے۔ وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مندوب رہے اور 1962ء میں وہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔"

نماز کے بارے میں پوچھا

روزنامہ جنگ 2۔ ستمبر 1985ء صفحہ 1 کی ایک خبر:-

انہیں جب بھی ہوش آیا انہوں نے نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا

لاہور (رپورٹنگ ڈیسک) سر ظفراللہ خان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دو روز پہلے تک بولتے چالتے رہے۔ جب بھی انہیں ہوش آتی تو وہ پوچھتے کون سی نماز کا وقت ہے اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ ان کے قریبی ذرائع کے مطابق جب انہیں مراکش کے شاہ کے پیغام کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں شکریئے کا خط بھیجنے کے لئے کہا اس کے علاوہ ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے جن حضرات کے پیغامات آتے رہتے' ان میں سے بیشتر پیغام انہیں پڑھ کر سنائے جاتے رہے۔"

عرب ممالک کا محسن

روزنامہ نوائے وقت مورخہ 2 ستمبر 1985ء صفحہ 1' صفحہ 7 سے کچھ تفصیل:-

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ انتقال کر گئے۔

لاہور یکم ستمبر (اپنے سٹاف رپورٹر سے)

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سابق صدر اور عالمی عدالت انصاف کے سابق صدر چوہدری سر ظفراللہ خان طویل علالت کے بعد آج لاہور میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 93 برس تھی...... سر محمد ظفراللہ خان عالمی شہرت کے آئین دان و سیاستدان تھے وہ قادیانی جماعت کے مقتدر رکن اور بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھی تھے۔ آپ کئی ماہ سے اپنی بیٹی اور داماد کے ہاں 93 خورشید عالم روڈ لاہور کینٹ پر مقیم اور صاحبِ فراش تھے۔ آپ 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہے۔ دونوں گول میز کانفرنسوں میں مسلمانانِ ہند کی نمائندگی اور ان کے حقوق کے لئے تاریخی وکالت کی۔ آزادی کے وقت آپ متحدہ ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کے سینئر جج تھے۔ قیام پاکستان پر آپ اس منصب سے مستعفی ہو گئے اور نواب بھوپال کی درخواست پر ان کے قانونی مشیر کی حیثیت سے بھوپال چلے گئے۔ وہاں سے حضرت قائداعظم نے انہیں مسئلہ فلسطین پر پاکستان کی نمائندگی کے لئے وفد کا قائد نامزد کر کے اقوام متحدہ بھجوایا۔ جہاں مسئلہ فلسطین پر آپ کی مدلل تقاریر نے عرب ممالک کے دلوں میں پاکستان کے لئے وقیع مقام پیدا کر دیا۔ وفد کی پاکستان واپسی پر قائداعظم نے آپ کو پنجاب کی تقسیم کے لئے مقررہ باؤنڈری کمیشن کے روبرو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے پر مامور کیا۔ چوہدری سر محمد ظفراللہ خان پہلے پاکستانی تھے جنہیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی صدارت کے اعزاز کے علاوہ عالمی عدالت انصاف (ہیگ) کی رکنیت اور بعد میں پریذیڈنٹ شپ کا اعزاز حاصل ہوا۔ اقوام متحدہ کے مستقل مندوب کی حیثیت میں چوہدری صاحب نے افریقہ اور عالم اسلام کے ممالک خصوصاً مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کی گراں بہا خدمات انجام دیں اور آپ کی مخلصانہ وکالت کے نتیجہ میں مراکش، الجزائر اور لیبیا کو آزادی اور خود اختیاری حاصل ہوئی اور پاکستان کو عرب ممالک کے محسن کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ تیونس، مراکش اور اردن نے آپ کو اپنے سب سے بڑے نشانات اعزاز سے نوازا۔

اقوام متحدہ سے (وفد برائے فلسطین) کی واپسی پر آپ کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا۔ آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے۔ انہوں نے اپنے تعلیمی دور میں ہمیشہ اعزاز و امتیاز حاصل کیا۔ پھر یہ امتیاز عمر بھر کے لئے آپ کی زندگی کی پہچان بن گیا۔ چوہدری صاحب نے مختلف النوع، مناصب سے متعلق فرائض منصبی کی شایان شان انجام دہی کے علاوہ مختلف علمی اور قومی موضوعات پر بیس کے لگ بھگ تصانیف بھی قلمبند کیں۔ جن میں سے بیشتر انگریزی زبان میں ہیں علاوہ ازیں آپ نے اردو اور انگریزی میں اپنی سوانح حیات بھی مرتب کیں۔ آپ کی اردو خود نوشت سوانح حیات موسوم بہ "تحدیث نعمت" پون صدی کے برصغیر کے حالات وافکار پر مشتمل ہے۔"

ناموس رسالت کی حمیّت

پندرہ روزہ انقلاب نو (یکم ستمبر تا 15 ستمبر 1985ء) اپنے مقالہ خصوصی میں ایک تاریخی حقیقت بیان کرتا ہے:۔

> چوہدری صاحب کی وجہ سے پاکستان کو عرب ممالک کے محسن کی حیثیت حاصل ہو گئی

"ناموس رسالت کے لئے آپ کے دل میں بے پناہ حمیّت تھی۔ رسوائے زمانہ جے پال کو، جس نے شان رسولؐ میں گستاخی کی، عدالت نے بری کر دیا تو مسلم آؤٹ لک" میں اس جج کے خلاف ایک اداریہ لکھا گیا۔ مدیر اور ناشر پر توہین عدالت کا مقدمہ بن گیا۔ چوہدری صاحب نے اس مقدمے کی پیروی کی اور عدالت کے روبرو یہ تاریخی الفاظ کہے۔

"اگر آپ قرار دیں کہ اس اداریے سے متعلقہ جج کی توہین لازم آتی ہے تو رسول کریم ﷺ کی عزت کی حفاظت کی سعی میں اگر ہائی

> تیونس مراکش اور اردن نے آپ کو اپنے سب سے بڑے نشانات اعزاز سے نوازا

کورٹ کے جج کی توہین لازم ہوگی تو یہ امر ناگزیر تھا جس کی پوری ذمہ داری مسئول علیہم تسلیم کرتے ہیں۔"

بحث کے ختم ہونے پر مولانا ظفر علی خان آگے بڑھے اور چوہدری صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر بلند آواز سے یہ کہا:۔

آج آپ نے ان لوگوں کا منہ کالا کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ (-) قابل وکیل نہیں ملتا۔"

تعزیت کرنے والی بعض اہم شخصیات

1- ڈان مورخہ 3- ستمبر 1985ء کے صفحہ آخر پر ڈان لاہور بیورو کی طرف سے یہ خبر دی گئی ہے:۔

"لاہور-2- ستمبر پنجاب کے گورنر نے سر محمد ظفراللہ خان کے خاندان کو پولو گراؤنڈ میں مرحوم لیڈر کی نماز جنازہ ادا کرنے کی منظوری دے دی ہے جو جماعت احمدیہ (کے ذرائع) کے مطابق کل گیارہ بجے صبح (بروز منگل) ادا کی جائے گی۔ نماز جنازہ کے بعد سر ظفراللہ کی میت تدفین کے لئے ربوہ لے جائی جائے گی۔

گورنر لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس جاوید اقبال اور ہر شعبہ زندگی کے بے شمار اصحاب نے آکر سر ظفراللہ خان کے خاندان سے اظہار تعزیت کیا۔

جماعت احمدیہ کے ذرائع کے مطابق اب تک کوئی پچیّس ہزار افراد مرحوم کو خراج تعظیم پیش کر چکے ہیں۔ پیر کے روز جن لوگوں نے سوگوار خاندان سے تعزیت کی ان میں مسٹر محمد حنیف رامے۔ ملک معراج خالد۔ کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل اسلم شاہ۔ بریگیڈئر (ر) حامد نواز۔ جسٹس (ریٹائرڈ) شمیم حسین قادری۔ سابق وزیر خارجہ مسٹر ارشد حسین۔ مسٹر ایس۔ ایم ظفر (سابق وزیر قانون) اور بہت سے حاضر سروس اور ریٹائرڈ جج صاحبان۔ وکلاء۔ سیاسی کارکنان اور دوسرے لوگ شامل تھے۔

بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کا تعزیتی پیغام سوگوار خاندان کو بھارتی نائب سفیر نے خود آکر پہنچایا۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان نے بذریعہ ٹیلی فون تعزیت کی۔

وفاقی محتسب چیف جسٹس ریٹائرڈ سردار محمد اقبال نے ظفراللہ خان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کرتے ہوئے انہیں قانون کے میدان کا ایک روشن ترین ستارہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ بہت کم لوگوں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ تقسیم سے قبل ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کے جج کی حیثیت سے انہوں نے بعض اہم فیصلے دیئے جو آج بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہیں عالمی عدالت کا جج بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ انہوں نے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کے طور پر اپنے ملک کی بے مثال خدمات سرانجام دیں۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ظفراللہ خان کی زندگی کامرانیوں سے بھرپور تھی جس پر ساری قوم بجا طور فخر کر سکتی ہے۔ انہوں نے سوگوار خاندان سے دلی تعزیت بھی کی۔

سابق وفاقی وزیر قانون مسٹر ایس۔ ایم۔ ظفر نے پریس کے نام ایک بیان میں کہا کہ ظفراللہ خان کی وفات ذہن میں ان عظیم الشان دنوں کی یاد دلاتی ہے جب قائداعظم نے اپنے معتمد ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسلمان قوم کی آزادی کی لڑائی لڑی۔ ان کے قریبی ساتھیوں میں ظفراللہ خان کا مقام بہت نمایاں تھا۔ مسٹر ظفر نے کہا کہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کے لئے ظفراللہ خان قابل رشک ماہر قانون تھے۔

سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان مسٹر یحییٰ بختیار نے کہا کہ ظفراللہ خان نے مختلف حیثیتوں میں پاکستان کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں جن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

("ڈان" مورخہ 3-9-85 صفحہ آخر)

وفاقی کابینہ کا اظہار تعزیت

جنگ مورخہ 3- ستمبر 1985ء کے صفحہ اول و صفحہ 5 کی ایک خبر یوں ہے:

"وفاقی کابینہ کا اجلاس سوموار کو یہاں وزیراعظم محمد خان جونیجو کی صدارت میں ہوا۔ جس میں مختلف امور پر غور کیا گیا...... کابینہ نے چوہدری محمد ظفراللہ خان کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کابینہ کی جانب سے سوگوار خاندان کو تعزیتی پیغام بھیجا جائے۔ چوہدری ظفراللہ خان نے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے جو خدمات انجام دیں۔ بین الاقوامی اداروں اور کانفرنسوں میں فلسطین اور تیسری دنیا کی کاز کو پیش کرنے اور عالمی عدالت انصاف میں ان کی خدمات پر کابینہ نے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔" ("جنگ" 3-9-85 ص 1، 5)

ایس۔ ایم۔ ظفر:۔ "سابق وزیر قانون ایس۔ ایم۔ ظفر نے سر ظفراللہ خان کی وفات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم قائداعظم کے معتمد ساتھی اور ان کے ساتھیوں کی فہرست میں اہم ترین تھے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے پیشے میں انہوں نے معیار کی اعلیٰ ترین مثال پیش کی اور اسی بناء پر انہیں بین الاقوامی عدالت انصاف کا جج مقرر کیا گیا انہوں نے کہا کہ سر ظفراللہ خان کو کشمیر کے مقدمے کے چیمپیئن کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔"

("جنگ" 3-9-85 ص 1، 5)

شاہ حسین کا خصوصی تعزیتی پیغام:۔

اردن کے سفیر اور ان کی اہلیہ شاہ حسین کا خصوصی تعزیتی پیغام لے کر اسلام آباد سے لاہور پہنچے۔ انہوں نے شاہ حسین کا پیغام چوہدری ظفراللہ کے داماد اور بیٹی تک پہنچایا۔"

(جنگ 3-9-85 ص 5)

صدر اور وزیراعظم کے تعزیتی پیغامات

3- نوائے وقت مورخہ 2- ستمبر 1985ء کی خبر

> عدالت انصاف اور اقوام متحدہ کی سربراہی ایسا منفرد اعزاز ہے کہ دنیا میں کسی شخص میں یہ دونوں اعزاز جمع نہیں ہوئے۔

سر ظفراللہ خان کی وفات پر صدر ضیاء اور وزیراعظم جونیجو کے پیغامات تعزیت۔

"پاکستان ایک معزز شہری سے محروم ہو گیا ہے"

"انہوں نے کشمیر کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا"

راولپنڈی یکم ستمبر (اپ پ) صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور وزیراعظم محمد خان جونیجو نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوہدری محمد ظفراللہ خان کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم کی بیٹی کے نام اپنے تعزیتی پیغام میں صدر نے کہا کہ انہیں چوہدری ظفراللہ کی وفات پر گہرا دکھ ہوا ہے۔ وہ پرانے مدبر تھے اور انہوں نے طویل اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے ایک وکیل کی حیثیت سے اپنے کیرئیر کا آغاز کیا اور اپنی قانونی فراست سے بے پایاں شہرت پائی۔ آزادی سے قبل انہوں نے پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی اور برطانوی وائسرائے کی انتظامی کونسل کے رکن اور فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج رہے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے بہت سی عالمی کانفرنسوں اور اقوام متحدہ میں ملک کی موثر طریقے سے نمائندگی کی۔ اقوام متحدہ میں نمایاں کردار انجام دینے کی وجہ سے انہیں جنرل اسمبلی کا صدر بھی چنا گیا۔ ان کی موت سے ملک ایک معزز شہری سے محروم ہو گیا ہے۔ خدا آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی قوت عطا کرے۔ وزیراعظم محمد خان جونیجو نے بھی مرحوم کی بیٹی کے نام ایک تعزیتی پیغام میں گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ چوہدری ظفراللہ خان ایک ممتاز قانون دان تھے۔ جو قیام پاکستان سے قبل بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کو اٹھانے کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر اور دیگر بین الاقوامی فورموں پر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونا ان کی بین الاقوامی حیثیت کا اعتراف تھا۔"

(نوائے وقت 2۔ ستمبر 1985ء صفحہ 1)

ایک ضروری نوٹ

"نوائے وقت" نے صدر ضیاء الحق کے تعزیتی پیغام (جو یکم ستمبر 1985ء کو رات کے خبر نامہ میں پاکستان ٹی۔ وی سے بھی نشر ہوا تھا اور جس کی ویڈیو ٹیپ راقم الحروف کے پاس موجود ہے) کا ایک جملہ چھوڑ دیا ہے جسے "جنگ" نے شائع کیا ہے۔ "صدر نے سر ظفراللہ کی روح کے لئے بھی دعا کی کہ اللہ اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔"

(جنگ مورخہ 85-9-2 ص اول)

4۔ روزنامہ "مشرق" مورخہ 85-9-2 سے:-

"پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان کے انتقال پر تعزیت اور لواحقین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سابق صدر اور پاکستان بار کونسل کے رکن سید افضل حیدر نے کہا ہے کہ سر ظفراللہ خان باؤنڈری کمیشن میں قائداعظم کی طرف سے پاکستان کا کیس پیش کرنے والے پینل کے سربراہ تھے۔ قائداعظم نے انہیں پہلی کابینہ میں اہم ترین محکمہ دیا۔ ان کے کام سے قائداعظم اتنے خوش تھے کہ وہ باہر سے کراچی آتے تھے تو استقبال کے لئے موجود سر ظفراللہ خان سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ سید افضل حیدر نے کہا کہ اس سے مملکت پاکستان کے لئے قائداعظم کا سیکولر کردار بھی واضح ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سر ظفراللہ خان نے عربوں کے مفادات کے لئے بھی سرگرم کام کیا۔ جس کا اظہار ان کی علالت کے دوران عرب ممالک کی طرف سے عیادت سے ہوا ہے۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ سر ظفراللہ خان نے کشمیر کے تنازعہ میں پاکستان کی پر زور وکالت کی۔ جنرل اسمبلی میں انہوں نے اس موضوع پر سات گھنٹے تقریر کی۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ وہ بین الاقوامی عدالت کے سربراہ اور جنرل اسمبلی کے صدر رہے اور یہ ایسا منفرد اعزاز ہے جو دنیا بھر میں آج تک کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوا۔"

سچ ہے:-

لگتا تھا دیکھنے میں جو انسان کم سخن
جب بولنے پہ آیا زمانے پہ چھا گیا

بقیہ صفحہ 6

سالمیت دفاع اور سلامتی کے لئے ہر سطح پر احمدی نوجوانوں نے قربانیاں دیں اور ہر میدان میں جماعت احمدیہ کے نوجوان دیوانہ وار خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے جوانوں نے 1965ء اور 1971ء کے محاذ جنگ میں ایسے اہم اور تاریخی کارنامے سرانجام دیئے ہیں جن کو آنے والی تاریخ سنہرے حروف میں ضبط تحریر میں لائے بغیر مکمل نہ ہوگی۔

بقیہ صفحہ 6

واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان آئے اور مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں بلامقابلہ منتخب ہوئے۔

قائداعظم نے ہندوستان آکر مسلم لیگ کو دوبارہ منظم کیا اور مسلمانان ہند کی سیاسی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ نے 23۔ مارچ 1940ء کو لاہور میں تاریخ ساز اجلاس میں قرارداد لاہور منظور کی جو بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس تاریخ ساز اجلاس میں جماعت احمدیہ کا ایک وفد حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب اور مولانا محمد یار عارف صاحب سابق امام بیت الفضل لندن (انہوں نے 7۔ اپریل 1933ء کے جلسہ کے انتظامات میں مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی معاونت کی تھی) پر مشتمل تھا شامل ہوا اور حتی المقدور خدمات سرانجام دیں۔

قائداعظم کی سات سالہ شب و روز کی سخت محنت شاقہ اور کوششوں کے بعد وہ عظیم اسلامی مملکت پاکستان 14۔ اگست 1947ء کو معرض وجود میں آگئی جس کو عالم اسلام کا قلعہ قرار دیا گیا۔

SAHIB DI HATTY
HAQ BAZAR, OKARA
Baby Toys & Jewllery,
Cosmetics, Whole sale Dealers
Prop: Mohammad Saeed
Ph: 510161 (P.P.)

A Leading Name in Screen Printing
KHAN NAME PLATES
NAMEPLATES, STICKERS, MONOGRAMS, CLOCK DIALS, SHIELDS AND ALL TYPES OF REQUIRED SCREEN PRINTING (ON CUSTOMER'S DEMAND)
LAHORE, Ph: 5150862-844862

جمال دواخانہ
بیت الذکر احمدیہ مارکیٹ کالج روڈ۔ اوکاڑہ
حکیم ظفر احمد جمال۔ فون 0442-524313

جمال کریانہ سٹور
بیت الذکر احمدیہ مارکیٹ کالج روڈ۔ اوکاڑہ
پروپرائٹرز۔ شہزاد جمال۔ بدر جمال

مرض اٹھرا کے مشہور معالج حکیم نظام جان کے فرزند اکبر حکیم عطاء الرحمان علوی کا
دواخانہ محافظِ صحت
زیر نگرانی۔ حکیم سلطان محمود علوی ابن حکیم عطاء الرحمان علوی
کوٹ نہال سنگھ گلی 2۔ اوکاڑہ

The Vision of Tomorrow
New Haven Public School
Multan ☎ 554399

اوکاڑہ کے قدیم عینک ساز
عنایت علی سنز آپٹیشنز
(کوالیفائڈ آپٹومیٹریسٹ)
کرنل ظفر علی (ر) - فاروق احمد
ہسپتال بازار اوکاڑہ
فون 0442-513044
رہائش 520644
523739

ادویات۔ سامان منیاری - کینیا کی کھلی چائے بھی دستیاب ہے
اقبال سنز میڈیکل سنٹر اینڈ جنرل سٹور
چوک دیپالپور اوکاڑہ۔ فون 0442-3360 رہائش 2360
پروپرائٹر
اطہر اقبال۔ اظہر اقبال
محمد احمد مظہر

ہمارے ہاں ہر قسم کے ہر گاڑی کے جائن اور گیس کٹ تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر حاصل کریں
پرنس جائن ہاؤس
جنرل بس سٹینڈ اوکاڑہ
فون آفس 4048 (0442) رہائش 522916-510891
پروپرائٹر:
شیخ انوار احمد۔ شیخ شاہد محمود
مرزا اعجاز احمد

بیرون ممالک کے خصوصی رعایتی ٹکٹ اور سفری معلومات کیلئے ہماری مستعد خدمات آپ کیلئے ہر وقت حاضر ہیں
آپ کی خدمت ہمارا نصب العین
حبیب ایکسپریس انٹرنیشنل
فون دفتر 051-275757
275738
3-A بیول پلازہ۔ فضل الحق روڈ۔ بلیو ایریا اسلام آباد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوشخبری

ہر قسم کے الیکٹرونکس سپیئر پارٹس 'آئی سیز' ٹرانسسٹرز' کپیسٹرز کے علاوہ گھروں اور گاڑیوں کے سیکیورٹی سسٹم CLI آلات کی مرمت اور رعائتی قیمتوں پر فروخت کئے جاتے ہیں۔

سولنگی الیکٹرونکس

اقصیٰ روڈ ربوہ۔

اعلان تعطیل

○ مورخہ 14۔اگست 1999ء بروز ہفتہ یوم آزادی کے سلسلے میں دفتر الفضل میں تعطیل ہو گی لہٰذا اس تاریخ کا پرچہ شائع نہیں ہو گا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

(مینیجر)

ھوالناصر

خالص سونے کے زیورات خریدنے کیلئے

محمود جیولرز

بلال مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ Sh.212381 R-212131

سیل۔ سیل۔ سیل

برقعوں کے کپڑوں میں حیرت انگیز لوٹ سیل

موجودہ ریٹ	سابقہ ریٹ
290	380
310	400
350	450
400	500
425	550
450	600

ایکسپورٹ کوالٹی کے تیار برقعوں کی قیمتوں میں بھی حیرت انگیز رعایت سیل محدود مدت کے لئے ہے۔

کوالٹی اور اعتماد کا نام

ایم۔اشرف ٹیلرز اینڈ ریڈی میڈ گارمنٹس گول بازار ربوہ

فون دوکان 211365 رہائش 04524-211368

معیاری ہومیوپیتھک ادویات

☆ ولمار شوابے جرمن کی سیل بند ادویات کی وسیع رینج اور ☆ مسعود ہومیو فارمیسی لاہور کی معیاری پوٹنسیاں' مدر ٹنکچرز' بایوکیمک ادویات' ٹکیاں اور گلوبیولز رعایتی نرخوں پر دستیاب ہیں

☆ 117 ادویات کا دیدہ زیب بریف کیس نیز ہومیو کتب کی خریداری کا مرکز

کیوریٹو میڈیسن کمپنی انٹرنیشنل ربوہ پاکستان

☎ 771 213156

البشیرز معروف قابل اعتماد نام

پیچ

جیولرز اینڈ بوتیک

ریلوے روڈ گلی نمبر 1 نزد ناصر نایاب کلاتھ ربوہ

نئی ورائٹی نئی جدت کے ساتھ زیورات و ملبوسات اب چنوکی کے ساتھ ساتھ ربوہ میں بااعتماد خدمت

پروپرائٹرز: ایم بشیر الحق اینڈ سنز شوروم ربوہ

فون شوروم چنوکی 04942-3171 04524-510

نورتن جیولرز

زیورات کی عمدہ ورائٹی کے ساتھ

ریلوے روڈ نزد یوٹیلٹی اسٹور۔ ربوہ

☎ 04524-699 دکان

04524-211971 گھر

خوشخبری

وول۔کاٹن۔سلک۔لیڈیز اینڈ جینٹس ورائٹی۔ہمارے شوروم پر پردہ کلاتھ کی سیل لگ چکی ہے۔پردوں کی سلائی بالکل مفت نیز اولمپیا کارپٹ۔ سینٹر پیس اور قالین بھی دستیاب ہیں۔

ناصر نایاب کلاتھ ہاؤس

ریلوے روڈ گلی نمبر 1۔ ربوہ فون 434

Natural goodness

Shezan

Fruitfully Yours

adcom 559/98

The Largest Manufacturer of Fruit Products in Pakistan.